بابا بلھے شاہؒ کی شاعری میں معاشرے کی اصلاح؛ تجزیاتی مطالعہ

Social Reform in Baba Bulleh Shah's Poetry;
An Analytical Study

Shafique Ahmad
Ph.D. Scholar in Islamic studies
University of Gujrat, Gujrat.
Email: shafiqtoor2@gmail.com

Dr. Abu Sufian Qazi Furqan Ahmad
Assistant Professor of Islamic Studies
University of Gujrat, Gujrat.
Email: qazi.furqan@uog.edu.pk

Abstract
Abdullah shah popularly known as Baba Bulleh Shah (1680- 1758A.D.) is one of the greatest sufi poet of Pakistan. His poetry is available in Punjabi language as a good frequency of rhythm and impression. Baba Bulleh shah’s poetry is based on the promotion of Sufism, religious tolerance and moral values. For the purpose of social and moral reforms, he has written such didactic verses that evoke new soul of moral values into the people and bring change in their way of life. His poetry has played a vital role in eradicating the social evils. This article is an analytical study of these reforms.

Key words: Poetry, Social reform, Sufism, Islamic teachings.

خلاصہ

عبداللہ شاہ (1680ء- 1758ء)، جو بابا بلھے شاہ کے نام سے مشہور ہیں، پاکستان کے ایک عظیم صوفی شاعر ہیں۔ ان کی پنجابی شاعری تصوف، مذہبی رواداری اور اخلاقی اقدار کے فروغ پر مبنی ہے۔ بابا بلھے شاہ نے معاشرے کی اخلاقی تربیت کے لئے ایسے اصلاحی اشعار لکھے ہیں جو لوگوں کی چال ڈھال اور رہن سہن میں تبدیلی کا موجب بنتے ہیں۔ آپ کی شاعری میں مذہبی عقائد، عبادات، احکامات اور مسائل کا تذکرہ ملتا ہے۔آپ نے اپنی شاعری میں معاشرتی برائیوں کی نشاندہی اور ان سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔

کلیدی کلمات: شاعری، معاشرتی اصلاح، تصوف، اسلامی تعلیمات۔

تعارف

اچھی شعری صلاحیت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کے ساتھ ساتھ عطیہ خداوندی بھی ہے جو ہر انسان کے حصے میں نہیں آتی۔ اپنی شاعری کو عروج پر پہنچانا شاعر کا فنی کمال ہے۔ جو اسے انسانیت سے محبت والفت اور فلاح معاشرہ کی جستجو سے ملتا ہے۔ شاعر اپنے اشعار کو انسانیت کی فلاح کے لئے بیان کرتا ہے جو شاعر کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے۔ ہمارے خطے برصغیر میں صوفی شعراء نے معاشرے کو سنوارنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان شعراء میں سے بابا بلھے شاہ نے ایسے ایسے اشعار کہے ہیں کہ آپ کا کلام صدیاں گزر جانے کے بعد بھی انسانی دلوں اور دماغوں پر راج کر رہا ہے اور آپ کے کلام کی تاثیر بڑھ رہی ہے، کم نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے انسانیت کو اپنے اشعار میں نیکی کا حکم دیا ہے اور برائیوں سے منع کیا ہے۔

افراد مل کر معاشرہ بناتے ہیں اور دنیا کے تمام معاشرے کسی نہ کسی نظریہ کے مرہون منت ہوتے ہیں اور وہ نظریہ کسی نہ کسی مذہب کے ساتھ پیوست ہوتا ہے کیونکہ مذہبی تعلیمات انسان کی دنیا وآخرت میں راہنمائی کرتی ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب اصلی اور حقیقی تعلیمات کے داعی ہیں لیکن ان سب سے بڑھ کر اسلام کی تعلیمات اپنے معیار اور مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور یہ اسلامی تعلیمات قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ انسانیت کی ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کو کنارے لگانے کے لئے کسی دستور اور قاعدے کی ضرورت ہے اور وہ قاعدہ قرآن و حدیث ہے۔ اس لیے شعراء نے بھی اپنے اشعار کو اسلامی تعلیمات سے مزین کیا ہے تاکہ انسانیت حقیقی معنوں میں شعور کی منازل طے کرتی ہوئی تہذیب کے عروج تک پہنچے۔

پنجابی شعراء میں سے بابا بلھے شاہ نے علمی وفکری لحاظ سے بہت سے اشعار لکھے ہیں جو کہ معاشرے کی سوچوں کے دھارے کو سیدھا کرنے میں بہت حد تک ممدومعاون ثابت ہوئے ہیں۔ بلھے شاہ کے علمی اور فکری اشعار کے اثرات معاشرے پر بہت گہرے ہیں۔ تمام ادیان کو ایک وحدت میں پرونے کی کوشش بھی بابا بلھے شاہ کے علمی اور فکری شغف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شاعر ایک معاشرے کی اخلاقی تربیت کی خاطر شعر کہتا ہے تو اس کے اصلاحی اشعار لوگوں میں نئی روح پھونکتے ہیں۔ جس سے لوگوں کی چال ڈھال اور رہن سہن بدل جاتا ہے۔ معاشرے میں موجود برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے بابا بلھے شاہ نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

قرآن مجید کسی فرقے، جماعت یا کسی مذہب کی طرف راہنمائی نہیں کرتا بلکہ قرآن مجید کا خطاب پوری انسانیت سے ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا(158:7)ترجمہ: "(اے رسول ﷺ ان سے) کہو کہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔" امت مسلمہ

ایک ہی امت ہے۔ ہمیں تمام ترجیحات کو ترک کرکے بحیثیت انسان تمام انسانیت کا احترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ قرآن مجید میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے راہنمائی موجود ہے اور تمام مذاہب کے لوگ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ پنجابی شاعر بابا بلھے شاہ نے بھی اسی نقطہ کو اجاگر کیا ہے۔ قرآن مجید نے تمام برائیوں سے منع کیا اور نیکیوں کو پھیلانے اور کرنے کا حکم دیا ہے قرآن مجید سے بڑھ ہدایت کی کونسی کتاب ہو سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (2:2) ترجمہ: ''یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں (اور) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔''

غفلت سے بیداری

پنجابی شاعر سید بلھے شاہؒ نے اپنے کلام میں انسان کو غفلت سے بیدار کیا ہے۔

اُٹھ　جاگ،　گھراڑے　مار　نہیں
اِیہہ　سوَن　تیرے　درکار　نہیں
اِک　روز　جہانوں　جانا　اے
جا　قبر　وِچ　سمانا　اے
تیرا　گوشت　کیڑیاں　کھانا　اے

کر　چیتا　مَرگ　وَسار　نہیں[1]

انسان کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنا وقت غفلت میں گزارے۔ اسے سونے کی نہیں بلکہ جاگنے کی ضرورت ہے تاکہ نیک اعمال کرکے اپنے وقت کو قیمتی بنائے کیونکہ یہ دنیا فانی ہے۔ انسان کو اس دنیا سے جانا ہے۔ قبر میں انسان کا جسم کیڑے ختم کر دیں گے اور صرف نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ لہٰذا موت کو ہر وقت یاد رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جس طرح زندگی عطا فرمائی اور پھر انہیں جوہر عقل سے نوازا، مزید براں ان پر کتابیں اتاریں، پیغمبر مبعوث کیے۔ یہ سارے کام حادثاتی طور پر نہیں ہوئے، بلکہ ان کے پیچھے ایک حکمت کار فرما ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ وہ تمہیں زندگی اور کمالات زندگی دے کر یہ امتحان لینا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون بہتر عمل سے اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے۔ اور کون ہے جو اپنے مقصد تخلیق سے انحراف کرکے بے مقصد اور سرکش زندگی گزارتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ

عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ(115:23) ترجمہ: "تو کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔" ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (2:67) ترجمہ: "وہ ذات جس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سب سے اچھے عمل والا کون ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ وہ موت اور زندگی کا خالق ہے۔ اس کی قدرت نے دیگر بیشمار چیزوں کی تخلیق کے ساتھ ساتھ موت وحیات کو پیدا کیا ہے۔ اس کائنات کا اصل جوہر زندگی ہے۔ باقی تمام کمالات اسی کے نتیجے اور اس کے بعد وجود میں آتے ہیں۔ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اور وہی زندگی اور موت دینے والا ہے۔ یہ انسان جسے غیر معمولی کمالات دیے گئے اور نیکی اور بدی کرنے کی قدرت عطا کی گئی ہے۔ اس کی زندگی اور موت بے مقصد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے یہاں امتحان کے لئے پیدا کیا ہے۔ زندگی دراصل امتحان گاہ ہے اور موت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے امتحان کا وقت ختم ہوگیا۔ دنیا میں اپنے اعمال کے ذریعے اچھائی یا برائی کا اظہار کرسکے اور یہ ثابت کرسکے کہ وہ کیسا انسان ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی جزاء و سزا کا دن برپا کرے گا اور اسی کے ہاتھ میں جزاء اور سزا کی نوعیت کا فیصلہ ہوگا۔[2]

کردار کی اصلاح

بابا بلھے شاہ تنقیدی انداز اپناتے ہوئے فرماتے ہیں:

بُلھا کی جانیں میں کون؟
نہ میں مومن وِچ مسیتاں
نہ میں وِچ کفر دی رِیتاں
نہ میں پاکاں وِچ پلیتاں
نہ میں موسیٰؑ نہ فرعون
بُلھا کی جاناں میں کون؟[3]
نہ میں اندر بید کتاباں
نہ میں بھنگاں نہ وِچ شراباں
نہ وِچ رِنداں مست خراباں
نہ وِچ جاگن نہ وِچ سَون[4]

یہ کافی حضرت سید بلھے شاہؒ کی مشہور کافیوں میں سے ہے جس میں انہوں نے نفس انسانی کے تشخص اور اس سے متعلقہ خیالات پر روشنی ڈالی ہے۔ بلھے شاہؒ کی طرح کسی نے کم ہی اپنے آپ سے پوچھا ہے۔ اے بلھے شاہؒ! میں کیا جانوں کہ میں کون ہوں؟ نہ تو میں مسجد میں مومن ہوں اور نہ مجھ میں کفر کی کوئی رسم ریت پائی جاتی ہے، یعنی نہ تو میں نمازی مومنوں میں شامل ہوں اور نہ ہی ملحد رندوں کی کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ نہ میں پاک لوگوں میں سے ہوں اور نہ ناپاک لوگوں سے میرا کوئی تعلق ہے۔ نہ تو میں موسیٰؑ ہوں یعنی انتہائی پارسا اور نہ ہی فرعون یعنی انتہائی نافرمان ہوں۔

اے بلھے شاہؒ! میں کیا جانوں کہ میں کون ہوں؟ نہ تو میں فرقے اور مذہب پر یقین رکھتا ہوں اور نہ طرح طرح کے مسلک اختیار کرنا میرا شیوا ہے۔ نہ میں جاگنے والوں میں سے ہوں اور نہ سونے والوں میں سے اور نہ خواب غفلت میں مدہوش ہونے والوں میں سے ہوں۔ شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یقیناً وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ اس نے اپنی انسان دشمنی کو چھپایا نہیں بلکہ علی الاعلان اس کا اظہار کیا۔ سورۃ صٓ میں ارشاد ربانی ہے: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَOإِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (38:82-83) ترجمہ: "اس نے کہا تیری عظمت کی قسم، میں ان سب کو بہکا کر رہوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے خاص کر لیا ہے۔" سو اطاعت کامل کا یہی راستہ امن و سلامتی کا راستہ ہے، اور جو لوگ اس کو چھوڑ کر کوئی اور راہ نکالنا چاہتے ہیں، وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہیں اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اور اس نے انسان کو گمراہ کرنے کا کھلم کھلا چیلنج کیا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (2:208) ترجمہ: "اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

انسان کو اپنی صورت اور سیرت دونوں کو خوبصورت بنانا چاہیئے۔ اس طرح انسان کو اپنے تشخص کو بحال رکھنا چاہئے۔ بابا بلھے شاہؒ نے تنقیدی انداز میں انسان کو مخاطب کیا ہے کہ اگر ہم اپنے اندر جھانک کر دیکھیں تو مسلمان ہونے کے باوجود ہمارے اندر بہت سی برائیاں ہیں لیکن ضروری نہیں کہ تمام انسان برائی کے مرتکب ہوں۔ بہت سے انسان اچھائی کے پیکر ہیں۔ ہم مقدس مقام میں بھی جا کر اپنے باطن کو پاک نہیں کر سکے اور ظاہری اعمال میں بھی ہماری مشابہت نیک انسان سے نہیں ہے۔ نہ ہم پاک ہیں اور نہ ہی ہم پلید اور نہ ہی ہم بہت زیادہ نیک ہیں اور نہ ہی بہت زیادہ برے۔ شاعر اس میں ہمیں تنقیدی انداز میں منافقت سے اجتناب کرنے کی تلقین

کر رہاہے کہ ہم ایمان لا کر بھی کفر کے مشابہ عمل کر رہے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے :اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ (145:4) ترجمہ: "بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔"

منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے سوائے ان کے جو ان میں سے نفاق سے توبہ کرلیں اور اپنے اعمال کو خالص اللہ ہی کی رضا کے لئے کیا کریں۔ غرض اپنے عقائد، اخلاق، اعمال اور معاملات سب کو درست کرلیں تو یہ لوگ جنت میں ہوں گے۔[5]

انسانی رویے

بابا بلھے شاہ انسانی رویے کو آشکارا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نت پڑھنا ایں اَستَغفَار کیسی توبہ ہے ایہہ یار
سَو دن جیویں اک دن مرسیں
اُس دن خوف خدا دا کرسیں
اس توبہ تھیں توبہ کرسیں
ایہہ توبہ کس کار[6]

اے انسان ! تو ہمیشہ ہی توبہ استغفار پڑھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود گناہ بھی برابر کر رہا ہے۔ یہ تیری کیسی توبہ ہے؟ تو سینکڑوں سال بھی زندگی حاصل کرلے بالآخر تجھے ایک دن موت سے ہمکنار ہونا ہے اور اس دن تجھے خدا کا خوف ہوگا اور تو اس سے توبہ کرے گا لیکن یہ توبہ کسی کام کی نہیں ہوگی۔ انسان کا گناہوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سچے اور پختہ ارادے کے ساتھ اپنے گناہوں کی بخشش مانگے۔

انسان کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے بڑے حصے کا سبب خوف خدا کا نہ ہونا ہے اور اس نقص کی اصلاح نماز سے ہوتی ہے لیکن دوسرا بڑا سبب غیر اللہ کی محبت، مال و دولت اور دیگر اسباب دنیا سے دل کا تعلق ہے۔ لہٰذا ان تمام چیزوں کا حصول ضرورت کے درجہ میں تو قابل قبول ہے۔ لیکن اس کی زیادتی انسان کو اپنے اخروی اور مستقل ٹھکانے سے دور کر دیتی ہے۔[7]

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (32:53) ترجمہ: " جو لوگ چھوٹے گناہوں (اور لغزشوں) کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں، بیشک آپ کا رب بخشش کی بڑی گنجائش رکھنے والا ہے۔" نیک لوگ ہمیشہ بڑے بڑے گناہوں سے اور کھلی بے حیائیوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں سے دور رہتا ہے اس سے

اس بات کی امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ صغیرہ گناہوں پر دلیر ہوگا۔ جتنے افعال بھی شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہیں وہ سب صغیرہ گناہوں کی تعریف میں آتے ہیں۔[8]

معرفت الٰہی

معرفت الٰہی ہی زندگی کا نصب العین ہے۔

گل　لوکاں　رولے　پائی　اے
گل　لوکاں　رولے　پائی　اے
بُھل　خدا　نوں　جان　خدائی
بُتاں　اَگے　سیس　نِوائی
جیہڑے　گھڑ　کے　آپ　بنائی
شرم　رتا　نہ　آئی　اے[9]

ان اشعار میں بابا بلھے شاہ نے انسانیت کو واضح پیغام دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خالق کے برابر کیسے کیا جاسکتا ہے۔ وہ بت جن کو ہم ہاتھ سے تراشتے ہیں وہ خالق کیسے ہو سکتے ہیں۔ اگر ہمیں اس بات کا بھی ادراک نہیں ہو سکتا تو پھر ہم عقل و فہم سے عاری ہیں۔ بات کو لوگوں نے الجھا کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور انسان کے رشتے کے متعلق فضول جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھول کر اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے جھوٹے خداؤں کو ترجیح دی جارہی ہے اور اس عمل پر کوئی شرمندگی بھی نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (22:21) ترجمہ: "اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور بھی الٰہ ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا، لہٰذا جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے۔" اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو کبھی نا کبھی فیصلوں میں اختلاف ضرور ہوتا۔ پھر اختلاف آراء کے سبب نظام فلکی و ارضی میں یقیناً فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا اس کائنات میں افراتفری، بے قراری ضرور ہوتی۔[10]

ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا (42:19) ترجمہ: " جب انہوں نے اپنے باپ (یعنی چچا آزر سے جس نے آپ کے والد تارخ کے انتقال کے بعد آپ کو پالا تھا) سے کہا: اے میرے باپ! تم ان (بتوں) کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ

دیکھ سکتے ہیں اور نہ تم سے کوئی (تکلیف دہ) چیز دور کر سکتے ہیں ۔" ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کی وہ تقریر ہے جو آپؑ نے اپنے والد کے سامنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپؑ کو نبوت عطا کی تو انبیائے کرام کے طریقے کے مطابق یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو دعوت کا آغاز اپنے اہل خانہ اور قریبی عزیزوں سے کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپؑ نے اس حکم کے مطابق مناسب موقع دیکھ کر اپنے چچا کے سامنے اپنی دعوت رکھی۔

دوسری بات جو قابل توجہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے چچا اگرچہ بت پرست تھے لیکن حضرت ابراہیمؑ نے ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی نہ آنے دی اور پھر اس لفظ کا تکرار آپؑ کی دلسوزی اور دردمندی کی دلیل ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اپنے باپ کی گمراہی سے سخت پریشان ہیں۔آپؑ کی دلی تمنا ہے کہ کسی طرح وہ ایمان لا کر آخرت میں سرخروئی کا سامان کرلیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو جس طرح اپنے باپ کی تعظیم کرنی چاہیے، اس سے کہیں بڑھ کر اس کی ہدایت کے لئے نہایت دردمندی اور حکمت سے کوشش بھی کرنی چاہیے۔[11]

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے فرمایا؛ کہ ابا جان! آپ ان بتوں کو معبود مانتے اور ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کے کسی کام آتے ہیں۔ کسی کو معبود ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سامنے سجدہ کیا جائے اور اس کی پوجا کی جائے۔ انسان اللہ تعالیٰ کو اس لیے پکارتا اور اس کی بندگی کرتا ہے کہ اس نے اسے پیدا کیا ہے۔اس کو زندگی کی ہر ضرورت مہیا کی ہے اور اسے احساس اور عقل کی دولت عطا کی ہے اور پھر اس کی فریادوں کو سنتا، اس کے دکھ درد کو دیکھتا اور ہر مشکل وقت میں اس کی مدد کرتا ہے۔ لیکن آپ جن بتوں کو پکارتے ہیں وہ آپ کے ہاتھوں کی گھڑی ہوئی مورتیاں ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہیں۔

ذیل شعر میں بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں۔ کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

مچھر توں نمرود مروایا
قارون زمیں نگھاریا اِی
رہ رہ وے عشقا ماریا اِی
کہہ کِس نوں پار اُتاریا اِی
فرعون نے جدوں خدا کہایا
نیل ندی دے وچ آیا
رہ رہ دے عشقا ماریا اِی

کہہ　کس　نوں　پار　اُتاریا　اِی[12]

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی کو حق حاصل نہیں کہ اس کی جناب میں کچھ کہہ سکے لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے اقتدار اور دولت کے نشے میں آ کر خود کو خدا کہہ ڈالا۔ اس خدائی کا دعویٰ کرنے والے نمرود کو اللہ تعالیٰ نے مچھر سے مروا دیا، قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور فرعون کو پانی میں غرق کر دیا۔ لہٰذا ان کا انجام دیکھتے ہوئے انسانیت میں سے کسی کو خدائی دعویٰ کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیئے۔ نمرود نے خود کو خدا کہلوایا اور فرعون نے خدا کی طرف تیر پھینک کر یہ سمجھا کہ اس نے خدا کو مار ڈالا ہے۔ نمرود کو اللہ تعالیٰ نے ایک ادنیٰ مچھر سے مروا دیا اور قارون کو اس کے بے شمار خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ فرعون کو دریائے نیل میں غرق کر دیا۔ تمام خزانوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ(59:6) ترجمہ: ”اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے وہ سب جانتا ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں کہ جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے اندر اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ خشک اور تر غرض کوئی چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں لکھی نہ گئی ہو۔“

بابا بلھے شاہ اس شعر میں توحید کا پرچار کرنے والوں پر بڑے عمیق انداز میں روشنی ڈالتے ہیں:

عاشق ہو　یوں　ربّ　دا،　ملا　مت　ہوئی　آلاکھ
لوکی　کافر　کافر　آکھدے،　تو　آہو　آہو　آکھ[13]

جس نے بھی توحید کا درس دیا، لوگوں نے اس کو برا بھلا کہا اور لوگ اس کی دشمنی پر تُل گئے۔ لہٰذا انسان کو صرف مالک حقیقی کی ہی عبادت کرنی چاہیئے اور اسی سے لو لگانی چاہیئے اور لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں ڈوبتا ہے تو لوگ اسے ملامت کرتے ہیں اور اسے کافر کہہ کر پکارتے ہیں تو تم جی ہاں جی ہاں کہہ کر جواب دو۔ برائی کا جواب اچھائی سے دیں گے تو معاشرے کی اصلاح ہو گی۔

فرقہ بندی سے اجتناب

سید بلھے شاہ تفرقہ بازی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

سنی　نہ،　نہیں　ہم　شیعہ
صلح　کل　کا　مارگ لیا[14]

فرقہ بندی سے اجتناب ہی معاشرے میں اتفاق واتحاد کی روح ہے میں نہ تو شیعہ ہوں اور نہ ہی سنی ہوں۔ میں نے تو صلح کا راستہ اپنا رکھا ہے اور یہی میرا مذہب ہے۔ میں صرف اور صرف مسلمان ہوں۔ تنگ نظری اور فرقہ بندی کے زہر نے معاشرے کے اتحاد کو پاش پاش کر دیا ہے۔ ہر آدمی معاشرے میں اتفاق واتحاد کی افادیت کو ترک کر کے اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتا ہے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کی سوچ کی پیروی کی جائے۔ یہی اختلاف کی وجہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا(103:3) ترجمہ: "اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ نہ ڈالو۔"

دین کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد اسلام، دین اور شریعت ہے۔ اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ دین میں اختلاف اور تفریق کی ممانعت ہے۔ اگر فروعی مسائل میں محض حق کو تلاش کرنے کے لئے اختلاف ہو تو ایسا اختلاف مسلمانوں کے حق میں رحمت ہے۔ اقوام عالم پر نظر ڈالنے کے بعد اب اس امت اسلامیہ پر نظر ڈالیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ وہ تمام گمراہیاں، سب افراط و تفریط اس امت میں بھی ظاہر ہو چکی ہیں جو پہلی امتوں میں تھیں جس کی نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی[15] عن ابی هريرة ان رسول اللهﷺ قال لتتبعن سنن من قبلكم الشبر بالشبر والذراع بالذراع والباع بالباع حتى لو ان احدهم دخل حجر ضب لدخلتموه[16] ترجمہ:

"سیدنا حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ضرور بضرور اتباع کرو گے پہلوں کی جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے برابر، ایک ذراع دوسرے ذراع کے برابر اور ایک باع یعنی دو ہاتھ دو ہاتھوں کے برابر تم بھی ان کے برابر چلو گے یہاں تک کہ اگر ان میں کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو گا تو تم میں بھی ایسے لوگ آئیں گے جو گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے۔"

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عقل پرستی عام ہو گئی اور لوگوں نے وحی کو اپنی عقل کے تابع کر دیا۔ انہوں نے عقائد کے لئے بھی نقل صحیح سے مدد لینے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ عقل کو ہی معیار بنایا۔ انہوں نے سب کچھ اپنی عقل کو سمجھ لیا۔ نہ وہ خود عقل سلیم رکھتے تھے اور نہ انہوں نے کسی صاحب عقل سے پوچھنے کی زحمت گوارا کی اور اس طرح بہت زیادہ فرقے بن گئے۔

ایک اور جگہ بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں۔

میری بکل دے وچ چور، نی میری بکل دے وچ چور
کتے رام داس کتے فتح محمد، ایہو قدیمی شور
مٹ گیا دوہاں دا جھگڑا، نکل پیا کجھ ہور[17]

انسان کا باطن نفسانی خواہشات سے بھرا ہوا ہے۔ اگرچہ انسان ظاہری طور پر طہارت، پاکیزگی اور اچھے اخلاق کا درس دیتا ہے مگر اصل صورت حال اس کے برعکس ہے۔ اگر انسان کا باطن صاف ہو تو تمام جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہر مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب کے حوالے سے عبادت کرتے ہیں۔ اگر مذہبی تعصب کو فروغ دیا جائے تو جھگڑے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ کسی بھی مذہب کی تعلیمات دوسرے مذہب کی تعلیمات کو تنقید کا نشانہ نہیں بناتیں۔ یہ صرف انسان ہی ہیں جو ایک دوسرے کے بارے میں نفرت کا برتاﷺ ورکھتے ہیں۔ لہٰذا مذہبی تعصّبات سے اجتناب کرنا چاہئے۔

برے اعمال کا نتیجہ

سید بلھے شاہ لوگوں کو ان کے برے اعمال سے ڈرا کر توبہ کی طرف راغب کرتے ہیں۔

نت پڑھنا ایں اَستَغفَار کیسی توبہ ہے ایہہ یار
ظالم ظلموں ناہیں ڈر دے
اپنے عملیں آپے مر دے
موںہوں توبہ، دلوں نہ کر دے
ایتھے اوتھے ہووَن خوار[18]

اے انسان! تو ہمیشہ ہی توبہ استغفار پڑھتا ہے لیکن اس کے باوجود گناہ بھی برابر کئے جاتا ہے۔ یہ تیری کیسی توبہ ہے؟ ظالم ظلم کرنے سے بالکل نہیں ڈرتے اور اپنے اعمال کی وجہ سے آپ ہی مرتے ہیں۔ یہ منہ سے تو توبہ کرتے ہیں مگر دل سے نہیں کرتے۔ یہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلیل ہوں گے۔ شاعر برائی کا خاتمہ برے انجام سے خوف دلا کر کرتا ہے تاکہ لوگ دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی سے بچ سکیں۔ ظالم ظلم کرنے کے بعد اپنے انجام سے نہیں ڈرتا کیونکہ وہ زبان سے توبہ کرتا ہے اور دل سے توبہ نہیں کرتا۔ حالانکہ انسان کو اپنے برے اعمال سے توبہ کرکے پاک و صاف ہونا چاہئے تاکہ معاشرے میں نیکی پروان چڑھ سکے اور برائی کا خاتمہ ہو سکے اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکے۔

خودی کا خاتمہ

اس شعر میں بابا بلھے شاہ معاشرے کی ایک ایسی برائی کی نشاندہی کرتے ہوئے اجتناب کرنے کی تلقین کرتے ہیں جس سے پورا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔

گیا گیاں گل مکدی ناہیں بھانویں کتنے پنڈ پھر آیئے

بُلھا شاہؒ گل مکدی تا نہیں، جد میں نوں کھڑیاں لٹایئے[19]

انسانیت کی بھلائی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان کے اندر سے غرور و تکبر کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ یہ تکبر نہ تو کسی پاکیزہ نہر میں نہانے سے اور نہ ہی مقدس مقام پر جانے سے ختم ہوتا ہے بلکہ صرف باطن کی صفائی سے ہی ممکن ہے۔

ایک اور شعر میں بلھے شاہ فرماتے ہیں۔

مکے گئیاں گل مکدی ناہیں، جچر دِلوں نہ آپ مکایئے
گنگا گئیاں تے پاپ نہیں جھڑدے، بھانویں سو سو غوطے لایئے[20]

انسان کے باطن کی صفائی کا انحصار پختہ ارادے اور دل کی پاکیزگی پر ہے۔ یہ چیز نہ تو مکہ مکرمہ جانے سے ملتی ہے اور نہ ہی گنگا میں نہانے سے ملتی ہے۔ نفس کی پاکیزگی اور دل کی آمادگی ہی معاشرے کو راہ راست پر لا سکتی ہے۔ جب تک ہم اپنے دل سے غرور و تکبر کو دور نہ کریں، تب تک مقدس مقامات پر جانا بھی فائدہ مند نہیں ہے۔

منافقت سے اجتناب

بابا بلھے شاہ معاشرے کی اصل برائی کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

بلھے نوں لوکی متیں دیندے، توں بہو مسیتی
وچ مسیتاں دے کیہہ کجھ ہوندا، جے دلوں نماز نہ نیتی
باہروں پاک کیتے کیہہ ہوندا، جے اندروں نہ گئی پلیتی
بن مرشد کامل بلھیا، تیری اینویں گئی عبادت کیتی[21]

انسان کو منافقت اور دوغلے پن سے اجتناب کرنا چاہئے۔ دکھاوے کی عبادت انسان کو کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ انسان کو اندر اور باہر سے مخلص ہونا چاہئے۔ اسی سے معاشرے میں امن و سکون پیدا ہوتا ہے اور معاشرہ ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ اور بگاڑ کا موجب منافقت ہی ہے۔ لہٰذا اس منافقت سے بچنے کے لیے ہمیں اہل علم سے فیض یاب ہونا چاہیئے۔ لوگ بلھے کو نصیحتیں کرتے ہیں کہ اے بلھے شاہؒ! تم مسجد میں جا بیٹھو اور خدا کی عبادت اور ریاضت کرو جبکہ بلھے شاہؒ کہتے ہیں کہ اگر خلوص قلب کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے تو پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ باہر پاک کرنے سے کیا حاصل کیا جب اندر ہی پلیتی ہو؟ اے بلھے شاہؒ بغیر مرشد کامل کے تیری ساری عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔

اسلام راہ نجات

بابا بلھے شاہ انسان کو اپنے اصلی مقاصد کی طرف غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

نہ میں بھیت مذہب دا پایا
نہ میں آدم حوا جایا
نہ میں اَپنا نام دھرایا
نہ وِچ بیٹھن نہ وِچ بھون[22]

شاعر خود سے مخاطب ہے کہ میں کیا جانوں کہ میں کون ہوں؟ میں نے تو اب تک مذہب کی اصلیت کو نہیں پایا اور نہ ہی اپنی اصلیت کو پہچانا ہے اور نہ میں نے اپنا کوئی نام ہی رکھا ہے۔ نہ میں بیٹھنے والوں میں سے ہوں اور نہ پھرنے والوں میں سے ہوں۔ یعنی زندگی میں کوئی ٹھہراؤ نہیں ہے۔ انسان مذہب کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے سے گریزاں ہے جب کہ معاشرے کا حقیقی امن و سکون اسلام کی سچی تعلیمات میں ہے اور اسی میں دنیاوی اور اخروی نجات ہے۔

علم کا درست استعمال

اس بند میں بابا بلھے شاہ معاشرتی رویے کی عکاسی کرتے ہیں۔

پڑھ پڑھ شیخ مشائخ کہاویں
اُلٹے مسئلے گھروں بناویں
بے علماں نوں لٹ لٹ کھاویں
جھوٹے سچے کریں اقرار
علموں بس کریں او یار[23]

علماء کو اپنے علم سے لوگوں کو فیض یاب کرنا چاہئے اور غلط مسائل میں لوگوں کو نہیں الجھانا چاہئے۔ علماء کو چاہئے کہ اپنے علم سے لوگوں میں محبت اور الفت کی چاشنی بکھیریں تا کہ معاشرہ ہدایت کا گہوارہ بن سکے۔ علماء کو الٹے سیدھے مسائل میں سادہ لوح لوگوں کو نہیں الجھانا چاہئے۔ اگر لوگ علم سے فیض یاب نہیں ہو رہے تو پھر علم کا کوئی فائدہ نہیں۔ اے میرے دوست علم کا حصول روک دو۔ تم پڑھ پڑھ کر شیخ مشائخ ہو گئے ہو اور پیٹ بھر بھر کر کھاتے ہو اور خوب سوتے ہو لیکن جب دنیا سے جاؤ گے تو تمہیں رونا بھی خوب پڑے گا اور پھر تم درمیان میں ڈوب جاؤ گے۔ آر کے رہو گے نہ پار کے رہو گے۔

مولانا کمال الدین فرماتے ہیں: انسانی جسم کے تین حصے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے دل کو معرفت الٰہی اور نور ایمانی سے منور فرمایا زبان کو کلمہ شہادت اور تلاوت قرآن مجید سے نوازا۔اعضاء کو نماز روزہ کی دولت سے مالا مال فرمایا پھر دل کی نگہبانی خود فرمائی، زبان کی نگہبانی کے لیے کراماً کاتبین مقرر فرمائے، اعضاء پر اوامر و نواہی کو مقرر فرمایا، لہٰذا دل کو ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہیئے، زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔زبان سے کسی کی غیبت نہیں کرنی چاہیئے اور جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔[24]

خلوص نیت

بابا بلھے شاہ منفرد انداز میں خلوص نیت کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

بَھٹھ نمازاں تے چکڑ روزے، کلمے تے پھر گئی سیاہی
بُلھے شاہؒ شوہ اندروں ملیا، بھلی پھرے لوکائی[25]

اس شعر کے دو حصے ہیں۔پہلے حصے میں خلوص نیت کا ذکر ہے۔ صفائی قلب بہت ضروری ہے اور ظاہری اعمال سے اجتناب لازمی ہے۔خلوص کے بغیر نماز، روزہ اور کلمہ کسی کام کا نہیں ہے۔بڑے سے بڑا عمل بھی نیت صاف نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہوتا۔اگر نماز میں دکھاوا آ جائے تو نماز کی اصل روح جاتی رہتی ہے۔اسی طرح روزہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور مسلمان ہونے کیلئے کلمہ طیبہ پڑھنا شرط ہے لیکن اگر کلمہ طیبہ کو خلوص نیت سے نہ پڑھا جائے تو انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔یعنی اگر نیت صاف نہیں ہوگی تو کوئی عبادت بھی قبول نہیں ہوگی ۔ارشاد نبوی ﷺ ہے۔: "عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"[26] ترجمہ: "علقمہ بن وقاص لیثی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اعمال کو نیت سے جوڑا ہے۔

اس شعر کا دوسرا حصہ یوں ہے: اے بلھے شاہؒ! اللہ تو دل میں ہی ملتا ہے اور لوگ یونہی بھولے پھرتے ہیں۔اگر انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے قرین خیال کرے کہ وہ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے تو کسی حد تک معاشرے سے برائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔:وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْابِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ(186:2) ترجمہ: "اور جب میرے بندے تم سے میرے متعلق سوال کریں تو انہیں بتایئے کہ میں قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب

وہ مجھے پکارتا ہے۔ تو ان کو چاہئے کہ وہ میرے حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ صحیح راہ پر رہیں۔" نیز ارشاد ارشاد ربانی ہے :وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ(16:50) ترجمہ: "اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔"

ہم آہنگی

بابا بلھے شاہ ان اشعار میں ہم آہنگی اور اخوت کا درس دیتے ہیں۔

میری بکل دے وچ چور، نی میری بکل دے وچ چور
مسلمان سویاں تو ڈردے، ہندو ڈردے گور
دوویں ایسے دے وچ مردے، ایہو دوہاں دی کھور[27]

یہاں شاعر انسانیت کے ناطے مسلمانوں اور ہندووں کو بھائی چارے کی دعوت دیتے ہیں اور دونوں مذاہب کو ایک دوسرے کی قدر کرنے کی تلقین کرتے ہیں جبکہ اصل قصور تو نفس کا ہے جو انسان کو برے کام پر اکساتا ہے۔ مسلمان شمشان یا مرگھٹ سے ڈرتے ہیں اور ہندوؤں کو قبرستان سے ڈر لگتا ہے۔ لیکن دونوں اس میں ہی مرتے ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ یعنی دونوں کے لیے یہ بات لمحہ فکریہ ہے۔

رزق حلال

بابا بلھے شاہ رشوت کو معاشرے کا ناسور سمجھتے ہوئے روکنے کی تلقین کرتے ہیں۔

قاضی راضی رِشوت تے، مُلاں راضی موت
عاشق راضی راگ تے، نہ پرتیت کھٹوت[28]

قاضی رشوت سے راضی ہوتا ہے اور ملاں کسی کے مرنے پر خوش ہوتا ہے کیونکہ ملاں کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی مرے اور اس کا جنازہ و رسومات وغیرہ ہوں جس سے اسے آمدنی ہو۔ لیکن عاشق تو اپنی موت کی بھی پروا نہیں کرتے۔ وہ تو تابوت یا جنازہ وغیرہ سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ وہ مرنے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ رزق حلال کمانا چاہئے اور لالچ سے گریز کرنا چاہئے۔ شاعر علمائے سوء کو بھی لالچ سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ مجازی عاشق بھی موت کی پرواہ کیے بغیر عشق کی تمام ناجائز حدود کو عبور کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ لہٰذا معاشرے کے تمام طبقات کو اپنی کمائی میں رزق حلال شامل کرنا چاہئے تاکہ وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

قول و فعل میں تضاد

بابا بلھے شاہ نے انسانی شعور کو بیدار کرنے کیلئے کمال کی صراحت گوئی کی ہے۔

عشق دی نویّوں نویں بہار
عمر گوائی وچ مسیتی
اَندر بھریا نال پلیتی!
کدے نماز توحید نی نیتی
ہُن کیہہ کرنا ایں شور پکار[29]

ان اشعار میں شاعر نےانسانی شعور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے قول و فعل کے تضاد سے روکا ہے اور اسے ظاہر اور باطن کی تفریق کو ختم کرنے کی تلقین کی ہے۔انسان کو دنیا کی ظاہری چمک دمک اور خواہشات سے روکا ہے۔اگر انسان کا باطن صاف ہو گا تو پھر اسے ہدایت مل سکتی ہے۔ورنہ اسے خواہ مخواہ کی عبادت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ عشق کی بہار ہر لمحہ تبدیل ہوتی ہے۔میں نے اپنی تمام عمر مسجد میں رائیگاں ہی گنوادی۔ کیونکر میرا اندر نجاست سے بھرا ہوا تھااور میں نے کبھی بھی خلوص دل سے اللہ تعالی کی عبادت ہی نہیں کی۔اب میں کس لئے شور و پکار کروں۔

تنقیدی جائزہ

موجودہ دور میں ہر دوسرا آدمی فقیر، صوفی یا درویش جو شریعت کا پابند نہیں ہے، وہ خود کو شریعت سے آزاد اور سچا ثابت کرنے کے لیے علامہ اقبال، سلطان باہو اور بلھے شاہ اور دوسرے صوفیاء کے کلام کو ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ فقیری اور شریعت دو متضاد چیزیں ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اگرچہ عموماً یہی خیال کیا جاتا ہے کہ جو فقیر ہو گا وہ شریعت سے آزاد ہو گا جبکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔صوفیاء نے اپنے کلام میں اپنے دور کے بگڑے ہوئے دینی رسم و رواج کو درست کرنے کی کوشش کی ہے۔بلھے شاہ نے فرمایا:

سر تے ٹوپی تے نیت کھوٹی
کی لینا ٹوپی سر دھر کے[30]

اگر ہماری نیت صاف نہیں تو سر پر ٹوپی رکھ کر نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اگر احادیث کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

علامہ اقبالؒ اس بات کو یوں فرماتے ہیں۔

تیری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
تیری اذاں میں نہیں ہے میری سحر کا پیام[31]

جو صوفی شریعت پر عمل نہیں کرے گا، وہ کیسے فنا فی الرسول ﷺ اور فنا فی اللہ کی منازل طے کر سکتا ہے۔ جو فنا فی اللہ نہیں وہ کبھی فقیر نہیں اور فقیر شریعت کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت محمد ﷺ نے ساری عمر طریقت، حقیقت اور معرفت کے ساتھ ساتھ نفاذ شریعت پر گزاری ہے۔ فنا فی الرسول ﷺ کا مطلب ہے کہ آپ نے جس کام کا حکم دیا، اس کو عشق کی حد تک عملی طور پر کرکے دکھانا ہے۔ آج صوفیاء میں سے کوئی بھی ہم میں موجود نہیں ہے، لہٰذا سب اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ان کے کلام کو استعمال کرتے ہیں۔

حاصل کلام

مذکورہ بحث سے بابا بلھے شاہ کی شاعری میں معاشرے کی اصلاح کا درس ملتا ہے۔ آپ نے جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے ان میں باطن کی صفائی، منافقت سے اجتناب، تکبر کا خاتمہ، برے اعمال کا نتیجہ اور تفرقہ بندی کا خاتمہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے زندگی کا نصب العین کے تعین، خلوص نیت، غفلت سے بیداری اور اطاعت باری تعالیٰ جیسے موضوعات پر معاشرے کی اصلاح کی ہے۔ آپ کی شاعری کا دائرہ کار انسانیت کی بھلائی اور ہمدردی پر مبنی ہے۔ آپ کی شاعری معاشرتی برائیوں کا حل پیش کرتی ہے، اور انسانیت میں پیار و محبت پھیلاتی ہے۔

* * * * *

References

1. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya* (Lahore: Maktab Daniel, nd.),77.

بلھے شاہ، *تیرے عشق نچایا* (لاہور، مکتبہ دانیال، سن ندارد)، 77۔

2. Abdul Qayyum Qasmi, *Ma'arif Al-Furqan*, Vol. 1 (Lahore: Maktab-ul-Salam, 2016), 310.

عبدالقیوم قاسمی، *معارف الفرقان*، ج1 (لاہور، مکتبہ السلا، 2016)، 310۔

3. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 114.

بلھے شاہ، *تیرے عشق نچایا*، 114۔

4. Ibid.

ایضاً۔

5. Muhammad Shafi, Mufti, *Ma'arif-ul-Quran*, Vol.1 (Karachi: Ma'arif Institute, 1987), 120.

محمد شفیع، مفتی، *معارف القرآن*، ج:1 (کراچی، ادارہ معارف، 1987ء)، 120۔

6. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 335.

بلھے شاہؒ، تیرے عشق نچایا، 335۔

7. Allama Shibli Nomani, *Sira-un-Nabi (PBUH)*, Vol.4 (Lahore: Institute of Islamic Studies, 2002), 145.

علامہ شبلی، نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ج4(لاہور، ادارہ اسلامیات، 2002ء)، 145۔

8. Mufti Muhammad Shafi, *Ma'arif-ul-Quran* (Karachi: Ma'arif Institute, 1987), 335.

مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2010ء)، 335۔

9. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 264.

بلھے شاہؒ، تیرے عشق نچایا، 264۔

10. Muhammad Sadiq, Sialkoti, *Anwar Al-Tawheed* (Lahore: Nomani Library, 2002),39.

محمد صادق، سیالکوٹی، انوار التوحید (لاہور، نعمانی کتب خانہ، 2002ء)، 39 ۔

11. Kayani, Abdul Rehman, *Tayseer-ul-Quran*, Vol.2 (Lahore: Maktab-ul-Salam, 2011), 190.

عبدالرحمٰن، کیانی، تیسیر القرآن، ج2(لاہور، مکتبہ السلام، 2011ء)، 190۔

12. Ibid, 190.

ایضاً، 190۔

13. Ibid, 447.

ایضاً،447 ۔

14. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 359.

بلھے شاہؒ، تیرے عشق نچایا(لاہور، مکتبہ دانیال، سن ندارد)،359۔

15. Abdul Qayyum Qasmi, *Ma'arif-ul-Furqan*, Vol.1 (Karachi: Ma'arif-ul-Furqan, 2020), 131.

عبدالقیوم، قاسمی، معارف الفرقان، ،ج1 (کراچی، مکتبہ معارف الفرقان، 2020ء)،131 -

16.Ibn Hanbal Ahmad, Abu Abdullah, *Musnad al-Imam Ahmad ibn Hanbal*, Vol.2 (Beirut: Dar al-Fikr al-Taba'at waal-Nashr al-Tawazih, 1998), 183.

ابن حنبل احمد، ابو عبداللہ، مسند الامام احمد بن حنبل، ج2 (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوازیع، 1998ء)،183۔

17. Ibid, 293.

ایضاً،293۔

18. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 335.

بلھے شاہؒ، تیرے عشق نچایا،335۔

19. Ibid.

ایضاً۔
20. Ibid. 457.
ایضاً،457۔
21. Ibid. 451.
ایضاً،451۔
22. Ibid. 116.
ایضاً،116۔
23. Ibid. 217.
ایضاً،217۔
24. Kamal-ud-Din, Maulana, *Naqsh-e-Akhlaq* (Karachi: Maktab-ul-Basit, 1999), 19.
کمال الدین، مولانا، *نقش اخلاق* (کراچی، مکتبہ الباسط،1999ء)، 19۔
25. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 450.
بلھے شاہ، *تیرے عشق نچایا*،450۔
26. Bukhari, Abu Abdullah Muhammad ibn Isma'il, *Al-Jami 'al-Sahih* (Beirut: Dartuq al-Najat 1422A.H.), Hadees:1.
بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، *الجامع الصحیح* (بیروت، دار طوق النجاۃ 1422ھ)، حدیث نمبر:1۔
27. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 293.
بلھے شاہؒ، *تیرے عشق نچایا*،293۔
28. Ibid. 455.
ایضاً،455۔
29. Ibid. 215.
ایضاً،215۔
30. Bulleh Shah, *Tere Ishq Nachaya*, 235.
بلھے شاہؒ، *تیرے عشق نچایا*، 235۔
31. Allama Iqbal, *Kulyat-e-Iqbal* (Dehli: Markazi Maktaba Islami, 1993), 480.
علامہ اقبال، *کلیات اقبال* (دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی،1993)، 480 ۔